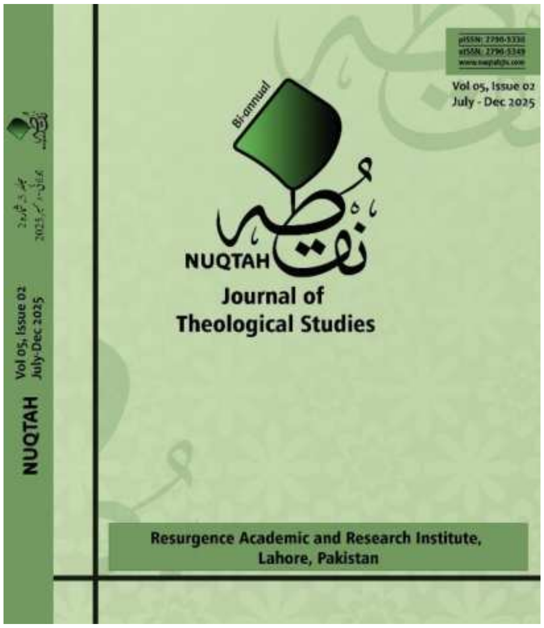

Nuqtah journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages : English, Urdu, Arabic

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

زمخشری اور ابن العربی کے تفسیری اسلوب کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Analysis of the Tafsir Approaches of al-Zamakhshari and Ibn al-Arabi

Asifa Habib

PhD scholar, Department of Islamic Studies, The Government Sadiq College Women University Bahawalpur.

Email: asifahabib9876@gmail.com

Dr.Yasmin Nazir

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Government Sadiq College Women University Bahawalpur

Email: yasmin.nazir@gscwu.edu.pk.

Published online: 15 Dec, 2025

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found athttps://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

This comparative study examines the hermeneutical approaches of two prominent classical Muslim exegetes, Abu al-Qasim al-Zamakhshari (d. 538/1144) and Muhyi al-Din Ibn al-Arabi (d. 638/1240), representing the rationalist Muʿtazili tradition and the esoteric Sufi tradition respectively. Al-Zamakhshari's *al-Kashshāf* is characterized by a rigorous grammatical-rhetorical methodology (iʿrāb al-Qurʾān), strict adherence to Arabic philology, logical coherence, and a marked preference for rational causation over supernatural explanations, often leading to metaphorical interpretations of anthropomorphic verses and an emphasis on human responsibility. In contrast, Ibn al-Arabi's fragmentary yet highly influential Qurʾanic commentaries scattered across works such as *Futūḥāt al-Makkiyya* and dedicated tafsīr passages operate within an ontological and symbolic framework rooted in the doctrine of waḥdat al-wujūd (the unity of being). For him, the Qurʾān functions as a multi-layered theophany with each verse containing infinite levels of meaning (waṣṭ, ṭuruq, and wuğūh) that manifest according to the spiritual readiness of the interpreter.While Zamakhshari seeks to unveil the miraculous inimitability (iʿjāz) of the Qurʾān primarily through linguistic and rational demonstration, Ibn al-Arabi views iʿjāz as an ever-renewing divine self-disclosure that transcends linguistic form and unfolds in the heart of the perfected human (al-insān al-kāmil). The study highlights their divergent treatments of key themes divine attributes, free will and predestination, eschatological realities, and prophetic narratives demonstrating how the same verses yield radically different conclusions depending on whether the exegete prioritizes rational transparency or mystical unveiling. Despite their apparent methodological opposition, the research identifies subtle points of convergence, particularly in their shared commitment to the inexhaustible depth of the Qurʾanic text and their recognition that complete comprehension belongs solely to God. The analysis ultimately argues that these two seemingly antithetical approaches are complementary rather than contradictory, together reflecting the remarkable interpretive elasticity inherent in the Islamic exegetical tradition.

Keywords: Al-Zamakhshari, Ibn Al-Arabi, rhetorical exegesis, esoteric hermeneutics, iʿjāz, waḥdat al-wujūd

تعارف:

کلاسیکی تفسیر کی تاریخ میں دو بڑی معتزلی دھارائیں نمایاں ہیں: ایک خالص نحوی-بلاغی اور دوسری فقہی-اصولی۔ ان کی سب سے روشن نمائندگی کرتے ہیں: امام ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری (م. 538ھ / 1144ء)، صاحبِ الکشاف اور امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص (م. 370ھ / 981ء)، صاحبِ احکام القرآن۔ زمخشری نے قرآن کو بنیادی طور پر ایک لسانی اور بلاغی معجزہ سمجھ کر اس کی تفسیر کی، جبکہ جصاص نے قرآن کو سب سے پہلے شرعی احکام کا منبع مانا اور اسے فقہ حنفی کے سانچے میں ڈھالا۔ دونوں معتزلی ہونے کے باوجود ان کے طریقہ کار اور توجہ کے مرکز میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام جصاص: قرآن کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ایک "کتابِ احکام" سمجھتے تھے۔ ان کی پوری تفسیر کا 80 فیصد سے زیادہ حصہ آیات الاحکام پر ہے۔ باقی آیات پر بھی جب موقع ملتا ہے تو کسی نہ کسی حکم سے جوڑ دیتے ہیں۔ جہاں وہ مقدمہ میں واضح کرتے ہیں کہ: **القرآن أصل الأحكام ومعدن الشريعة۔**[1] امام زمخشری: قرآن کو سب سے پہلے ایک لسانی اور بلاغی شاہکار مانتے تھے۔ ان کا بنیادی ہدف یہ تھا کہ قرآن کے اعجازِ لفظی اور معنوی کو اتنا کھول کر رکھ دیں کہ کوئی منکر بھی اقرار کر جائے۔ احکامِ شرعیہ ان کے ہاں بالکل ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔ مقدمہ میں فرماتے ہیں: أردتُ أن أكشف عن وجوه إعجازه البلاغي والنظمي[2] ان کے طریقہ کار میں بنیادی فرق ہے علامہ جصاص آیتِ حکم آتے ہی فوراً فقہی مباحث شروع، صحابہ، تابعین اور ائمہ کے اقوال کی لمبی سلسلہ واریاں، حنفی مسلک کے دلائل کی ترجیح، اور لغت و نحو کو صرف اس وقت استعمال کرتے

جب اس سے کوئی حکم نکل سکے۔ مثال کے طور پر: آیاتِ میراث (النساء 11–12) پر جصاص تقریباً 70 صفحات لکھتے ہیں، عول، جدّہ، کلالہ، حجب وغیرہ کی پوری تفصیل۔ جب کہ علامہ زمخشری وہی آیاتِ میراث پر صرف دو صفحات سے بھی کم۔ صرف اتنا کہتے ہیں کہ تقسیم کا طریقہ کتنا خوبصورت ہے، کسر اور ضرب کا حسنِ ترتیب قرآن کی بلاغت کی دلیل ہے۔ کوئی فقہی بحث نہیں۔

مقصد تفسیر اور معرفتی بنیاد

- **علامہ جصاص:**

جصاص کا بنیادی نظریاتی موقف یہ تھا کہ قرآن مجید کی اصل غرض و غایت شرعی احکام کی بیانِ کردہ کتاب ہونا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کا نزول اسی لیے ہوا کہ انسانوں کے لیے حلال و حرام، حدود و تعزیرات، عبادات و معاملات، نکاح و طلاق اور وراثت جیسے عملی احکام واضح کیے جائیں۔ لغت، نحو، بلاغت، قصص انبیاء اور عقائد جیسی تمام باتیں ثانوی اور معاون حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ اپنی تفسیر کے مقدمے میں خود لکھتے ہیں کہ؛ انہوں نے یہ کتاب صرف اس لیے لکھی ہے کہ قرآن سے شرعی احکام نکالنے کا صحیح طریقہ واضح ہو جائے اور فقہاء کو قرآن سے براہِ راست استدلال کی راہ مل جائے۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ جو آیات ظاہراً احکام سے خالی معلوم ہوتی ہیں، ان سے بھی بالواسطہ یا بالالتزام کوئی نہ کوئی حکم ضرور نکلتا ہے۔ اسی لیے ان کی پوری تفسیر میں آیاتِ عقائد، قصص اور متشابہات پر بحث انتہائی مختصر ہے، جبکہ آیاتِ احکام پر سینکڑوں صفحات صرف کیے گئے ہیں۔

- **ابو القاسم زمخشری:**

زمخشری کا بنیادی مقصد بالکل مختلف تھا۔ وہ قرآن کو سب سے پہلے ایک لفظی و معنوی معجزہ سمجھتے تھے۔ ان کی پوری کوشش اس بات پر مرکوز رہی کہ قرآن کے نظم و اسلوب، فصاحت و بلاغت، حذف و ایجاز، تقدیم و تاخیر اور دیگر لسانی محاسن کو اس قدر واضح کر دیں کہ عرب کے فصیح و بلیغ بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ وہ اپنے مقدمے میں صاف لکھتے ہیں؛ کہ انہوں نے الکشاف اس لیے لکھا ہے کہ قرآن کے "حقائقِ غامضہ" اور "دقائقِ بلاغیہ" کو کھولا جائے، اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ قرآن کا کوئی جملہ بھی بلاوجہ نہیں، ہر لفظ اپنی جگہ پر معجزانہ ہے۔ احکام شرعیہ کا ذکر انہوں نے بہت کم کیا، اور جب کیا بھی تو صرف اس حد تک کہ بلاغی نکتہ واضح ہو جائے، نہ کہ فقہی تفصیل بیان کی جائے۔

نکتہ	امام جصاص	امام زمخشری
قرآن کی اصلیت	کتابِ شریعت و احکام	کتابِ بلاغت و اعجازِ لفظی
بنیادی مقصد	احکامِ شرعیہ کا استنباط	بلاغی محاسن اور نظم کا اثبات
لغت و نحو کا درجہ	ثانوی، صرف جب حکم نکلے	مرکزی اور بنیادی
آیاتِ احکام پر توجہ	80–90 فیصد تفسیر	5–10 فیصد سے بھی کم
مماثلت پر رویہ	اجمال یا خاموشی	تفصیلی تاویل اور عقل سے دلیل

یوں ایک ہی معتزلی عقلی مزاج دو بالکل مختلف سمتوں میں استعمال ہوا: ایک نے قرآن کو فقہ کی بنیاد بنایا، دوسرے نے اسے ادب و بلاغت کا تاج پہنایا۔

طریقہ کار اور انداز تفسیر

- **امام زمخشری کا طریقہ کار:**

زمخشری نے تفسیر کو ایک منظم لسانی و منطقی عمل بنا دیا۔ ان کا ہر آیت پر طریقہ تقریباً یکساں ہوتا ہے:

1. آیت کا مکمل، دقیق اور جدید نحوی اعراب
2. حذف، ایجاز، تقدیم و تاخیر، عطف، بدل وغیرہ کے بلاغی اسرار کھولنا
3. جہاں تجسیم کا شبہ ہو، فوراً معتزلی تاویل پیش کرنا
4. لغت کے نادر استعمال، منطقی دلائل اور عقلی تسویہ کو فوقیت دینا

5. احادیث اور آثار کا استعمال انتہائی کم، اور وہ بھی صرف جب بلاغی یا لسانی مدد چاہیے ہو

عملی مثال:

آیتِ استواء الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ[3] زمخشری پہلے اعراب کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں: استویٰ بمعنیٰ استولی اور استعلاء ہے، جیسے شاعر کہتا ہے:

استویٰ بشر علی العراق من غیر دم مھراق۔

یعنی بشر نے بغیر خون بہائے عراق پر قبضہ کر لیا۔

لہٰذا یہاں اللہ کا عرش پر غلبہ اور سلطنت مراد ہے، نہ کہ جسم کی طرح بیٹھنا، کیونکہ جسم ہونا محال ہے۔[4]

- **امام ابو بکر الجصاص کا طریقہ کار:**

جصاص کا طریقہ بالکل الٹ ہے۔ ان کے ہاں:

1. اعراب اور بلاغت کا ذکر بہت کم، صرف جب فقہی نتیجہ متاثر ہو
2. آیت آتے ہی فوراً اس سے متعلقہ شرعی حکم کی طرف منتقل ہو جانا
3. صحابہ، تابعین اور حنفی ائمہ کے اقوال کی لمبی سلسلہ واریاں
4. مختلف قراءات سے فقہی فروع نکالنا
5. متشابہات پر یا تو اجمال یا بالکل خاموشی

ایک ہی آیتِ استواء پر جصاص کا انداز:

جصاص اس آیت کو آیاتِ احکام کے سیاق میں نہیں لاتے، اس لیے ان کی پوری تفسیر میں اس پر کوئی مستقل بحث ہی نہیں ملتی۔ جہاں گزرتے ہیں، صرف اتنا لکھتے ہیں: معنیٰ استواءُ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں بغیر کیفیہ کے۔ اور فوراً اگلی آیت کی طرف بڑھتے ہیں۔[5]

دوسری واضح مثال: آیتِ وضو

- **زمخشری: وَأَرْجُلَكُمْ** میں قراءتِ جر اس لیے ہے کہ یہ '**أَيْدِيَكُمْ**' کے ساتھ معطوف ہے، اور قراءتِ نصب غسل کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دونوں قراءتیں صحیح ہیں۔[6]
- **جصاص:** وہی آیت پر دس سے زیادہ صفحات: قراءتِ جر سے مسح، قراءتِ نصب سے غسل، حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ سے آثار، امام ابو حنیفہؒ کا قول، شافعیؒ کا اختلاف، دلیلِ حنفیہ، اور آخر میں نتیجہ کہ مسح ہی راجح ہے۔[7]

مرحلہ	زمخشری (لسانی-بلاغی)	جصاص (فقہی-اصولی)
اعراب	تفصیلی، مرکزی	مختصر یا بالکل عدم
بلاغت	ہر آیت پر لازمی	نایاب
فقہی بحث	نہایت کم	ہر ممکن موقع پر
آثار و اقوال	بہت کم	بہت زیادہ
مماثلت پر رویہ	کھلی تاویل	اجمال یا تفویض

یوں ایک ہی معتزلی عقلی مزاج دو بالکل مختلف راستوں پر چلے

ایک نے قرآن کو **کتابِ بلاغت** بنا دیا، دوسرے نے **کتابِ فقہ**۔

مماثلت اور صفات خبریہ

دونوں مفسر معتزلی عقیدہ رکھتے تھے، اس لیے دونوں تجسیم (اللہ کو جسم قرار دینا) کو عقلی طور پر محال سمجھتے تھے۔ مگر جب قرآن کی مماثلت والی آیات (ید، وجہ، استواء، مجیء، ضحک وغیرہ) پر پہنچتے ہیں تو ان کا عملی طریقہ زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہے۔

- **امام ابو بکر الجصاص الرازی**

جصاص کی پوری تفسیر کا دائرۂ کار آیات الاحکام ہے۔ چونکہ صفاتِ خبریہ سے کوئی شرعی حکم براہِ راست متعلق نہیں ہوتا، اس لیے وہ ان پر بحث کرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا مستقل اصول یہ ہے کہ مماثلت میں تفویض اختیار کیا جائے، یعنی لفظ کو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے، اس کی کیفیت کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے، اور بحث سے گریز کیا جائے۔

عملی مثالیں:

1. آیتِ استواء جصاص لکھتے ہیں: **الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ**[8]"**استوىٰ بما يليق بجلاله، والكيفية مجهولة، والسؤال عنها بدعة، والله أعلم بمراده**" بس کوئی تاویل نہیں، کوئی دلیل نہیں، فوراً اگلی آیت کی طرف چلے گئے۔
2. آیتِ ید اللہ **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ**[9] جصاص: "**يدُ اللهِ هنا بمعنى القدرة والنصرة عند بعض، وعند آخرين نؤمن بها كما جاءت، والله أعلم**" یعنی بعض کی تاویل کا ذکر کر کے خود تفویض پر اکتفا۔[10]

- **امام ابو القاسم الزمخشری:**

زمخشری مماثلت کو چیلنج سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر ان آیات پر واضح تاویل نہ کی گئی تو عوام کے ذہنوں میں تجسیم کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے وہ ہر مماثل آیت پر کھل کر، تفصیل سے اور عقلی دلائل کے ساتھ تاویل کرتے ہیں۔

عملی مثالیں:

1. آیتِ استواء (طٰہٰ:5) زمخشری لکھتے ہیں" :**استوىٰ هنا بمعنى استولىٰ وتسخير**، کما قال الشاعر: **استوى بشر على العراق من غير سيف ولا دم مهراق۔ فالمعنى أن الرحمن استولى على العرش استيلاء الملك على ملكه، لا جلسة الجسم على الجسم، فإن ذلك محال على الله تعالى**" پھر شاعری کے متعدد شواہد، لغت کے استعمال اور عقلی استحالہ کی لمبی دلیل دیتے ہیں۔
2. آیتِ ید اللہ "**اليد هنا النعمة والقدرة، وإلا لزم التشبيه، وهو محال**" پھر عربوں کے محاورات اور شعری شواہد سے ثابت کرتے ہیں۔[11]
3. آیتِ مجیء **وَجَاءَ رَبُّكَ** زمخشری: "**جاء أمره أو جاءت ملائكته، لا مجيء الذات**[12]"

یوں جصاص نے معتزلی عقیدہ کو دفاعی انداز میں محفوظ رکھا، جبکہ زمخشری نے اسے جارحانہ انداز میں پیش کیا۔

فقہی آیات کا معاملہ

- **امام ابو بکر الجصاص**

جصاص کے نزدیک کوئی آیت خالصتاً عقائدی یا خالصتاً قصصی نہیں ہوتی۔ ہر آیت سے کم از کم ایک، عموماً کئی شرعی احکام ضرور نکلتے ہیں۔ ان کی پوری تفسیر کا تقریباً 85 فیصد حصہ آیاتِ احکام پر ہے۔ جب بھی کوئی آیت آتی ہے، فوراً سوال یہ اٹھتا ہے: اس سے کون سا حکم نکلتا ہے؟

عملی مثال:

آیاتِ میراث يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ سے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ[13]

جصاص ان دو آیات پر تقریباً 75 صفحات لکھتے ہیں۔ ان میں شامل ہیں:

- ہر حصہ دار کی تفصیل (لڑکے، لڑکی، باپ، ماں، بیوی، بہن وغیرہ)

- عول کا مسئلہ اور اس کی جواز
- کلالہ کی دوسری قسم
- حجبِ نقصان اور حجبِ حرمان
- امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے درمیان اختلافات
- صحابہ و تابعین سے مروی آثار
- قراءات سے نکلنے والے فروع[14]

آیتِ قطعِ یدِ سارق وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا[15] جصاص اس پر 28 صفحات لکھتے ہیں: شرائطِ قطع، نصاب، چوری کی تعریف، جیب کترا، غصب، جرح وغیرہ کے احکام۔[16]

- **امام ابو القاسم الزمخشری**

زمخشری فقہی آیات کو بھی محض بلاغی اور لسانی شاہکار سمجھتے ہیں۔ حکم نکالنا ان کا مقصد کبھی نہیں رہا۔ اکثر فقہی آیات پر وہ ایک یا دو صفحات سے زیادہ نہیں لکھتے، اور وہ بھی صرف اسلوبِ بیان کی خوبصورتی پر۔

عملی مثال:

آیاتِ میراث پر زمخشری: زمخشری لکھتے ہیں" انظر كيف رتَّب الله تعالى المواريث بترتيب بديع، يبدأ بالأولاد ثم الوالدين ثم الأزواج، وجمع فيه الضرب والقسمة بأحسن نظام و أبدع ترتيب، فكان ذلك من أبلغ الدليل على إعجازه البياني" بس۔ نہ عول، نہ کلالہ، نہ حنفی شافعی اختلاف، نہ کوئی فقہی نتیجہ۔

آیتِ قطعِ یدِ سارق پر زمخشری" فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا –التعبير بالتثنية للدلالة على أن كل واحد كامل في الجرم، وجيء بالمفعول المطلق (قطعاً) لتأكيد الشدة ." صرف ایک چوتھائی صفحہ۔[17]

یوں جصاص نے قرآن کو فقہاء کی دائرۃ المعارف بنا دیا، جبکہ زمخشری نے اسے بلغاء اور ناقدینِ ادب کا عجائب گھر بنا دیا۔

نقاط اشتراک

باوجود شدید ظاہری اختلاف کے، دونوں مفسرین کے درمیان تین بنیادی نقاطِ اشتراک نمایاں ہیں جو انہیں ایک ہی معتزلی دھارے کے دو بازو بناتے ہیں۔

1. معتزلی عقیدہ اور عقل کی فوقیت

دونوں مفسر معتزلی مکتبۂ فکر کے پائے کے عالم تھے۔ اس لیے ان کی تفسیر کا سب سے بڑا مشترکہ ستون عقلِ صریحہ کی حاکمیت ہے۔

- دونوں اللہ کی ذات کو جسم، مکان، حرکت اور حد سے پاک مانتے ہیں۔
- دونوں حسن و قبحِ عقلی کو تسلیم کرتے ہیں۔
- دونوں قرآن کے ظاہری الفاظ کو عقل سے ٹکراتے دیکھ کر تاویل کو جائز اور ضروری سمجھتے ہیں (اگرچہ دائرۂ کار مختلف ہے)۔

2. عربی زبان پر غیر معمولی دسترس اور اس کا استعمال

دونوں عربی ادب اور لسانیات کے بلند پایہ ماہر تھے۔

- جصاص حنفی فقہ کے بانیوں میں سے ایک ہونے کے باوجود عربی لغت، قراءات اور محاورات پر زبردست عبور رکھتے تھے۔ وہ فقہی استدلال کے لیے بھی عربوں کے شعر، امثال اور قدیم محاورات بکثرت نقل کرتے ہیں۔

- زمخشری تو خود امام النحو اور فصیح العرب کہلاتے تھے۔ ان کی عربی زبان کی مہارت اتنی مشہور تھی کہ اہلِ سنت نے ان کی تفسیر کو معتزلی ہونے کے باوجود قبول کر لیا۔ (آیتِ وضو پر عربوں کے کلام، شعر جاحظ، امرؤ القیس اور دیگر سے شواہد)۔[18] سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت پر ہی دس سے زائد شعری و لغوی شواہد۔[19] زمخشری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"كان إماماً في العربية لا يُجارى[20]

3. قرآن کی عظمت کو مختلف زاویوں سے ثابت کرنے کا مشترکہ جذبہ

اگرچہ راستے الگ ہیں، منزل ایک ہے: قرآن کی عظمت اور برتری کو ثابت کرنا۔

- جصاص یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ قرآن سب سے مکمل، سب سے مستقل اور سب سے دقیق کتابِ شریعت ہے۔
- زمخشری یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ قرآن سب سے فصیح، سب سے بلیغ اور سب سے معجزانہ کتابِ کلام ہے۔

دونوں کے ہاں قرآن کوئی معمولی کتاب نہیں، بلکہ اپنے اپنے میدان میں لاثانی اور لاعُدانی ہے۔ علامہ جصاص قرآن کو لکھتے ہیں: **القرآن هو الأصل الأكبر الذي لا يُقاس عليه غيره من الكتب، ولا يُعدل به شيء من الأحكام**، علامہ زمخشری لکھتے ہیں: **القرآن هو الكتاب الذي عجزت الفصحاء والبلغاء أن يأتوا بمثله، ولو سخرنا له ما في الأرض جميعا**. یہ تینوں نقاطِ اشتراک (عقل کی حاکمیت، عربی زبان کی مہارت، اور قرآن کی عظمت کا جذبہ) ان دونوں کو ایک ہی معتزلی خاندان کے دو مختلف النوع بھائی بناتے ہیں۔ ایک نے قرآن کو عقلِ فقہی سے پڑھا، دوسرے نے عقلِ بلاغی سے۔ دونوں نے اپنے اپنے میدان میں قرآن کو سربلند کر دیا۔

خلاصہ کلام:

کلاسیکی معتزلی تفسیر کی دو بڑی شاخیں زمخشری (م 538ھ) اور جصاص (م 370ھ) کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔ دونوں عقل کو مقدم رکھتے تھے، دونوں عربی زبان کے بے مثل ماہر تھے، اور دونوں کا مقصد قرآن کی عظمت ثابت کرنا تھا— لیکن زاویۂ نظر بالکل مختلف تھا۔ زمخشری (الکشاف) نے قرآن کو بنیادی طور پر ایک لسانی و بلاغی معجزہ سمجھا۔ ان کی پوری تفسیر کا محور اعراب، اسلوب، حذف و ایجاز، تقدیم و تاخیر اور نظم کی خوبصورتی ہے۔ فقہی احکام، آثارِ سلف اور طویل سلسلہ واریاں ان کے ہاں تقریباً غائب ہیں۔ متشابہ آیات پر وہ کھل کر عقلی تاویلیں کرتے ہیں اور تجسیم کو صریحاً محال قرار دیتے ہیں۔ جصاص (أحکام القرآن) نے قرآن کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ کتابِ شریعت سمجھا۔ ان کی تفسیر کا 85 فیصد سے زیادہ حصہ آیاتِ احکام پر ہے۔ اعراب و بلاغت کا ذکر نہایت مختصر، متشابہات پر اجمال یا تفویض، اور ہر ممکن آیت سے فقہی فروع، حنفی مسلک کے دلائل اور سلف کے اقوال کی لمبی زنجیریں موجود ہیں۔ آیاتِ میراث پر جصاص 75 صفحات، زمخشری 2 صفحات، آیتِ استواء پر جصاص چند سطریں (تفویض)، زمخشری کئی صفحات (تفصیلی تاویل: استولی)، آیتِ وضو پر جصاص 12+ صفحات (مسح و غسل کی فقہی جنگ)، زمخشری دو سطریں (صرف قراءتِ جر و نصب کا بلاغی وجہ) زمخشری نے قرآن کو بلغاء اور ادیبوں کی کتاب بنا کر پیش کیا، جصاص نے فقہاء اور مجتہدین کی کتاب۔ ایک ہی معتزلی عقل نے دو بالکل مختلف راستے اختیار کیے: ایک نے قرآن کو لفظ و معنیٰ کی چوٹی پر بٹھایا، دوسرے نے اسے حلال و حرام کی اساس بنا دیا۔ دونوں مل کر یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کی وسعت ایسی ہے کہ وہ بیک وقت عقلِ بلاغی کو بھی قائل کرتا ہے اور عقلِ فقہی کو بھی مطمئن۔

نتائج و سفارشات

نتائج:

- ایک ہی عقلی مزاج (حسن و قبح عقلی، تجسیم کا رد، عقل کی حاکمیت) دو بالکل مختلف سمتوں میں استعمال ہوا۔
- ایک ہی کتاب ایک مفسر کے ہاں کتابِ بلاغت و اعجازِ لفظی بن گئی اور دوسرے کے ہاں کتابِ شریعت و احکامِ عملیہ۔
- زمخشری کے بغیر فقہاء کے پاس قرآن کی لسانی گہرائی تک رسائی مشکل ہو جاتی، اور جصاص کے بغیر بلغاء اور ادیب قرآن سے عملی احکام نکالنے سے قاصر رہتے۔ دونوں ایک دوسرے کے مکمل کرنے والے ہیں، نہ کہ متضاد۔

سفارشات:

- دورِ جدید کی عربی تفاسیر (مثلاً تفسیر المنار، فی ظلال، التحریر والتنویر) میں زمخشری کا بلاغی انداز اور جصاص کا فقہی انداز دونوں کو ملا کر پیش کیا جائے تو زیادہ جامع نتیجہ نکلے گا۔

- عصر حاضر کے دینی مدارس میں صرف فقہی تفسیر (جصاص، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ) پڑھائی جاتی ہے۔ زمخشری کی الکشاف کو لازمی قرار دے کر طلبہ کو قرآن کی ادبی خوبصورتی سے بھی روشناس کرایا جائے۔
- زمخشری اور جصاص کی مشترکہ شرح شدہ ایڈیشن شائع کی جائے
- عصر حاضر میں معتزلی فکر کو صرف خطرناک سمجھ کر یکسر رد کر دیا جاتا ہے۔ زمخشری اور جصاص سے ثابت ہوتا ہے کہ معتزلی عقل نے قرآن کی بلاغت اور فقہی گہرائی دونوں کو ناقابلِ فراموش خدمت دی—اسے متوازن انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

[1] جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۸) ۱/۱۷۔

Jassas, Abu Bakr Ahmad ibn Ali al-Razi, Ahkam al-Qur'an (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2008), 1/17.

[2] الزمخشری، ابو القاسم محمود، تفسیر الکشاف (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹) ۱/۶۔

Al-Zamakhshari, Abu al-Qasim Mahmood, Tafsir al-Kashaf (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2009), 1/6.

[3] طہ ۲۰/۵۔

Tāhā 20/5.

[4] زمخشری، الکشاف، ۳/۱۱۴۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 3/114.

[5] جصاص، احکام القرآن، ۳/۴۱۲۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 3/412.

[6] زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 1/618.

[7] جصاص، احکام القرآن، ۲/۴۴۷۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 2/447.

[7] زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 1/618.

[8] طہ ۲۰/۵۔

Tāhā 20/5.

[9] الفتح ۴۸/۱۰۔

Al-Fath, 48/10.

[10] جصاص، احکام القرآن، ۵/۱۸۹۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 5/189.

[10] زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 1/618.

[11] ایضا، ۴/۲۲۱۔

Ibid, 4/221.

[12] ایضا، ۴/۷۸۱۔

Ibid, 4/781.

13 النساء ۴/۱۲-۱۱۔

An-Nisa 4/11-12.

14 جصاص، احکام القرآن، ۲/۲۶۴۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 2/264.

14 زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

15 المائدہ ۵/۳۸۔

Al-Ma'idah 5/38.

16 جصاص، احکام القرآن، ۳/۹۵۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 3/95.

16 زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 1/618.

17 ایضا، ۱/۶۷۳، ۴۶۷.

Ibid, 1/467, 673.

18 جصاص، احکام القرآن، ۲/۴۴۰۔

Jassas, Ahkam al-Qur'an, 2/440.

18 زمخشری، الکشاف، ۱/۶۱۸۔

Al-Zamakhshari, al-Kashaf, 1/618.

19 ایضا، ۱/۲۴۔

Ibid, 1/24.

20 الذہبی، احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلا (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۵) ۲۰/۱۵۳۔

Al-Dhahabi, Ahmad bin Uthman, Siyar A‘lam al-Nubala (Beirut: Mu’assasat al-Risalah, 1985), 20/153.